ACADEMIC AND INTELLECTUAL CONTRIBUTIONS OF SHAIKH MUHAMMAD HAYAT SINDHI MADNI

شیخ محمد حیات سندھی مدنی کی علمی خدمات - URDU

Dr.Abdul Aziz Nuhrio
Government Sachal Sar Mast Arts and Commerce College, Hyderabad, Pakistan

Dr. Jabeen Bhutto
University of Sindh, Pakistan

Basheer Ahmed Dars
Mehran University SZAB, Campus Khiarpur Mir's, Pakistan

ABSTRACT:

Shaikh Muhammad Hayat Sindhi Madni was a high calibre scholar, muhadith and mujtahid of the 12th century hijra. He was born in a village Adilpur near Ghotki in Sindh, Pakistan and belonged to Chachar tribe. His father's name was Muhammad Ibrahim Alias Mulla Phulario.

His struggles for the spread of Islam and its true teachings are spread over Hijaz, Indo-Pak subcontinent and many other parts of the world. He received his basic education form the famous scholars of Thatta followed by the higher education in Madinah. In Madinah, he studied under numerous great scholars including Shaikh Abu al Hassan Kabir Thatvi, Shaikh Abdullah bin Salim Basri, Shaikh Hassan bin Ali Ujemi, and Abu Tahir Madni. Under the companionship, guidance, and affection of these learned men, Shaikh Muhammad Hayat Sindhi became a master in the field of Hadith sciences.

After the death of Sheikh Abul Hassan Kabir Thatvi (1139 AH) Shaikh Muhammad Hayat Sindhi was appointed in his place where he taught the Hadith sciences for 24 years. Some of his famous stduents include Shaikh Muhammad bin Abdul Wahab Al-Najdi, Amir Muhammad bin Ismail Yamani (the great Muhadith of Yamen), Abul Hassan Saghir Thatvi, and Mir Syed Ghulam Ali Azad Balgrami (the historian of India). He wrote about 45 valuable books in Arabic language. Among those, seven have been printed while the rest are lying as manuscripts in different libraries of world inviting researchers, scholars, and publishers to translate and/or publish them for wider accessability. Shaikh Muhammad Hayat Sindhi died in 1163 Hijri at Medina and was burried in Janat al Baqiyah.

Keywords: Muhadith, Muhammad Hayat Sindhi, Hejaz, Ilm Al Hadith, Sindh

برصغیر پاک وہند میں سرزمینِ سندھ کو "باب الاسلام" ہونے پر فخر حاصل ہے کہ اس خطہ میں ہر دور میں بے شمار اہلِ علم اور نامور فقہاء عظام پیدا ہوئے، جنہوں نے مختلف ممالک اور علاقہ جات میں علم کی روشنی پھیلائی اور لاتعداد لوگوں کو معارف دینیہ اور علوم اسلامیہ سے روشناس کرایا۔ بعض حضرات کو آفاقی شہرت حاصل ہوئی۔ ان اولوالعزم اور خوش بخت حضرات کی وسیع فہرست میں علامہ شیخ محمد حیات سندھی مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا اسمِ گرامی خصوصیت سے قابل

ذکر ہے، جنہیں کوئی مؤرخ نظرانداز نہیں کر سکتا۔ بلکہ ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ ان کے تذکرہ کے بغیر سندھ میں علم حدیث کی تاریخ نامکمل رہے گی۔ شیخ محمد حیات بارہویں صدی ہجری کے محدث جلیل، عالم کبیر اور بلند رتبہ فقیہ تھے۔ انہوں نے علمی میدان میں عالمگیر شہرت پائی اور حدیث وفقہ کی تدریس واشاعت میں بلند درجے پر فائز ہوئے۔

نام ونسب:

آپ کا اسم گرامی محمد حیات ہے۔ والد محترم کے اسم گرامی کے بارے میں تذکرہ نویسوں میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے۔ مولانا سید عبدالحی حسنی اور علامہ خلیل مرادی نے ابراہیم لکھا ہے (1) مگر شیخ کے شاگرد مولانا غلام علی آزاد بلگرامی کے استفسار پر آپ نے اپنے والد کا نام "فلاریہ" بتلایا (2) نواب صدیق حسن خان نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ (3) ممکن ہے کہ اصل نام یہی ہو اور ابراہیم بعد میں رکھ لیا گیا ہو۔

آپ سندھ کے چاچڑ نامی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔

مولد ومسکن اور ابتدائی حالات:

سارے تذکرہ نویس اس امر پر متفق ہیں کہ آپ سندھ کے علاقہ بکھر کے قریب عادل پور گاؤں میں پیدا ہوئے اور اس وقت یہ گاؤں گھوٹکی سے سات آٹھ میل کے فاصلے پر جنوب میں واقع ہے۔ اس کے گردونواح میں علامہ سندھی کی قوم چاچڑ کی بستیاں آج بھی موجود ہیں۔

شیخ مکرم کی تاریخ پیدائش اور ابتدائی حالاتِ زندگی کے بارے میں تذکرہ نگار خاموش ہیں۔ جیسا کہ بہت سے عظیم آدمیوں کے ابتدائی کوائف بعض دفعہ پردہ خفا میں رہتے ہیں۔ کسی کو کیا معلوم کہ یہ شخص آگے چل کر آسمانِ علم وفضل کا کس قدر تابناک اور درخشندہ ستارہ بننے والا ہے اور کتنی کثیر تعداد میں اصحابِ فضل وکمال ان سے اکتسابِ علم وفضل کریں گے۔ شیخ محمد حیات سندھی کا اسم گرامی بھی ایسے ہی بلند مرتبت حضرات کی فہرست میں شامل ہے، جن کے حصولِ علم کی ابتدائی حالات وسرگرمیاں صیغہ راز میں ہیں اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آپ نے شروع شروع میں کن کن اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا، کس کس سے کون سی کتابیں پڑھیں اور عالم طفولیت کی منزلیں کہاں طے کیں؟ تاریخ کے اوراق سے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ آپ سنِ شعور کو پہنچتے ہی علم کے حصول کیلئے سندھ کے مردم خیز اور تاریخی شہر ٹھٹہ میں علامہ مخدوم محمد معین ٹھٹویؒ المتوفی ۱۱۴۱ھ (تلمیذ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ومصنف "دراسات اللبیب") کے حلقہ تدریس میں شامل ہو گئے۔ (4) اس زمانہ میں ٹھٹہ علماء وفضلاء کا مرکز تھا اور وہاں مختلف اہل علم وفضل کے حلقہ ہائے درس جاری تھے۔ لیکن تذکرہ نویسوں نے یہاں صرف علامہ محمد معین کا نام ہی لیا ہے، لیکن یہ بظاہر ناممکن نظر آتا ہے کہ علم کا شیدائی وہاں پہنچے اور صرف ایک استاد سے ملاقات پر اکتفا کر کے بیٹھ جائے۔

اس کے بعد شیخ سندھیؒ نے ارض حجاز پاک کا رخ اختیار کیا۔ سب سے پہلے حج بیت اللہ کی سعادت سے سرفراز ہوئے۔ پھر مدینہ طیبہ پہنچے اور وہاں شیخ عبداللہ بن سالم بصریؒ مکی المتوفی ۱۱۳۴ھ، شیخ ابو طاہر محمد بن ابراہیم کردیؒ مدنی المتوفی ۱۱۴۵ھ اور شیخ حسن بن علی العجیمی وغیرہ جیسے ارباب علم وفضل سے مستفید ہوئے۔ اس زمانہ میں مدینہ منورہ میں ان کے ہم وطن اور سرزمین سندھ کے ایک جید عالم دین شیخ ابوالحسن محمد بن عبدالہادی سندھی مدنی المتوفی ۱۱۳۹ھ کی مسندِ تدریس آراستہ تھی۔ شیخ محمد حیات ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حدیث کا زیادہ تر درس ان ہی سے لیا اور ان ہی کی فیض صحبت سے علم حدیث میں تبحر علمی حاصل کیا۔ (5) شیخ ابوالحسن سندھی یوں تو تمام علوم مروجہ وفنون میں درجہ کمال کو پہنچے ہوئے تھے، لیکن خصوصاً حدیث نبوی میں خصوصی مہارت تامہ رکھتے تھے اور اس میں بڑی شہرت کے مالک تھے۔

مدینہ منورہ میں سکونت اور استاد کی جانشینی:

تحصیلِ علم کے بعد مدینہ طیبہ ہی کو اپنا مستقر اور مسکن بنایا اور استاد محترم شیخ ابوالحسن سندھی کی وفات کے بعد ان کے لائق جانشین مقرر ہوئے اور ان کی مسند تدریس کو رونق بخشی، جہاں پورے 24 سال تک حدیث پاک کا درس دیتے رہے اور بقیہ زندگی بھی اسی بابرکت مشغلہ علم حدیث کی خدمت میں صرف کر دی اور شیخ کی جانشینی کا کماحقہٗ حق ادا کیا۔ سید عبدالحیؒ حسنی لکھتے ہیں:

ولازم الشیخ الکبیرا بالحسن محمد بن عبدالہادی السندی المدنی واخذ عنہ وجلس مجلسہ بعد وفاتہ اربعًا وعشرین سنۃ۔(۲)

علمی رفعت اور تذکرہ نگاروں کا اظہارِ عقیدت:

بلند پایہ اہلِ علم محققین اور تمام تذکرہ نگار شیخ محمد حیات سندھی کی علمی مقام و مرتبہ، فقہی عزت و عظمت، ورع و تقویٰ کا کھلے الفاظ میں اعتراف کرتے ہیں اور ان کے وسعت مطالعہ، بصارت و بصیرت علمی اور دقت نظر کو مانتے اور ان کی تصانیف کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ان کے مشہور شاگرد علامہ محمد فاخر زائر الہ آبادی المتوفی ۱۱۶۴ھ اپنے قابل احترام استاد کی شان میں فرماتے ہیں:

باد بر روئے صفحہ دوراں — محفل آرائے حلقہ انساں
شیخ الاسلام عصر علامہ — در فنون حدیث فہامہ
موشگاف دقائق ایماں — رازدان حقائق ایماں
رُستہ از حبس ربقہ تقلید — بستہ بر اجتہاد رائے مزید
درس فرمائے مسجد نبوی — بطریق رشیق مصطفوی
آن محمد حیات بخت بلند — بحدیث نبوی قوی پیوند
متع اللہ زمرۃ الاعیان — بافاداتہ الی الازمان
سرمن خاکپائے او بادا — جان من در رضائی او بادا(7)

شیخ موصوف کے ایک اور مایہ ناز تلمیذ رشید علامہ میر سید غلام علی آزاد بلگرامی اپنے استاد مکرم کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"از علماءِ ربانیین و عظمائے محدثین است۔"(8)

آزاد بلگرامی اپنی ایک عربی تصنیف "سبحۃ المرجان" میں فرماتے ہیں:

"ہو من العلماء الربانیین وعظماء المحدثین قرن العلم بالعمل وزان الحسن بالحلل۔"(9) وہ عالم ربانی اور عظیم الشان محدث تھے۔ ان کا علم ہم آہنگ عمل تھا۔

مزید فرماتے ہیں کہ:

"وشد حزامہ علٰی درس الحدیث المحمدی وافنیٰ عمرہ فی خدمۃ الکلام الاحمدی وکان یعظ الناس قبل صلاۃ الصبح بالمسجد المعلی ویقتحم علیہ جم غفیر من اہل السعادۃ وذٰلک الوقت المصفی وانتفع بہ خلق کثیر من العرب والعجم وارتوی بمنہلہ عطاش ہیم من اصحاب الہمم واقبل علیہ قطان الحرمین ومصر والشام والروم والہند بالاعتقاد والانقیاد یلتمسون من برکاتہ ویستمدونہ من فیوضاتہ وفتح اللہ علیہ بمواہب سنیۃ حتّٰی عاش فی عیشۃ مرضۃ۔"(20)

شیخ محمد حیات سندھیؒ درس حدیث کیلئے کمربستہ ہوگئے اور ارشادات نبوی ﷺ کی خدمت کرنے میں عمر صرف کر دی۔ نمازِ فجر سے پہلے مسجدِ نبوی میں

وعظ فرماتے اور اس بہترین وقت میں سعادتمند لوگ ایک ہجوم کی شکل میں ان کے ارشادات عالیہ سننے کیلئے آتے اور عرب وعجم کے باشندے وسیع تعداد میں ان سے مستفید ہوتے۔اس طرح ان کے چشمہ صافی سے تشنگانِ علوم وفیوض کی ایک بڑی جماعت سیر اب ہوئی اور متعدد بلند ہمت افراد نے ان سے استفادہ کیا۔مکہ، مدینہ، مصر، شام، روم اور ہندستان وغیرہ کے مختلف گوشوں سے نہایت عقیدت و نیاز مندی کے جذبات کے ساتھ لوگ ان کی خدمت میں آتے اور ان کی برکاتِ علوم وفیوض سے مستفید ہوتے۔اللہ تعالیٰ نے اس جلیل القدر عالمِ دین پر اپنے انعامات کے دروازے کھول دیئے اور اس عظیم شخصیت نے رضائے الٰہی کے سائے میں زندگی بسر کی۔

میر علی شیر قانع ٹھٹوی المتوفی ۱۲۰۳ھ نے تحفۃ الکرام میں شیخ محمد حیات سندھی کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

مخدوم محمد حیات سندھی۔۔۔۔کا مدینہ منورہ میں ایک مدرسہ تھا اور اس سرزمین میں وہ مقتدر عالم اور ممتاز فاضل شمار ہوتے تھے۔(11)

علامہ نواب صدیق حسن خان قنوجی فرماتے ہیں:

"شیخ محمد حیات سندی محدث مجتہد مدنی از علماء ربانیین وعظماء محدثین است۔" (12)

مولانا سید عبدالحی حسنی لکھتے ہیں:

"الشیخ الامام العالم الکبیر المحدث محمد حیات بن ابراہیم السندی المدنی احدالعلماء المشہورین۔" (13)

شیخ امام، عالم کبیر محدث محمد حیات بن ابراہیم سندھی مدنی شہرہ آفاق علماء میں سے تھے۔

مولوی رحمٰن علی تذکرہ علماءِ ہند میں ان کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"شیخ محمد حیات سندھی از علماء ربانیین وعظمائے محدثین عالم با عمل بود نام پدرش ملا فلاریہ از قبیلہ چاچڑ ساکن اطراف عادلپور محروسہ ملک سندھ شیخ محمد حیات از وطن خود بحرمین شریفین در عنفوان شباب رفتہ مناسک بیت حرام دریافت وبہ مدینہ طیبہ رختِ اقامت انداخت, وسوائے توکل اسباب معیشت ذخیرہ نہ ساخت وبماں حالت موجودہ بہ تحصیل علوم پرداخت وباز شاگردی مولانا ابو الحسن سندھی مقیم مدینہ سکینہ برداشت وعلم علوم درسیہ بمیامن او بر افراخت واجازت حدیث از مولانا عبداللہ بن سالم بصری یافت وتمام سرمایہ عمر خود بہ درس حدیث نبوی درباخت۔"(14)

شیخ محمد حیات سندھی باعمل عالمِ دین تھے۔ان کا شمار علمائے ربانی اور عظیم القدر محدثین عظام میں ہوتا ہے۔ان کے والد کا نام ملا فلاریہ تھا۔چاچڑ قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔حج کی غرض سے عین عالمِ جوانی میں اپنے وطن سے حرمین شریفین گئے۔مناسکِ حج ادا کئے اور پھر مدینہ منورہ میں اقامت گزین ہوگئے۔توکل علی اللہ کے سوا کوئی ذریعہ معیشت اور ذخیرہ مال نہ رکھتے تھے۔اسی حالت اور غربت میں تحصیلِ علم میں مشغول ہوگئے۔مولانا ابوالحسن سندھی مقیم مدینہ منورہ کی شاگردی اختیار کی اور علوم درسیہ ان سے پڑھے۔اجازت حدیث شیخ عبداللہ بن سالم بصری سے لی۔پھر خود درسِ حدیث کی مسند آراستہ کی اور تمام عمر اس خدمت میں بسر کردی۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف "تذکرہ" میں شیخ محمد حیات سندھی کا نام نامی بارہویں صدی ہجری کے ان اکابر ومشاہیر علماء وفضلاء کی فہرست میں درج فرمایا ہے، جو بلادِ عربیہ وعثمانیہ میں خدماتِ دینیہ سرانجام دے رہے تھے۔لکھتے ہیں:

"اکثر مشاہیر علم وارشاد جیسے شیخ ابراہیم کورانی، محمد بن احمد سفارینی النجدی، سید عبدالقادر کوکبانی، شیخ عمر فاسی تیونسی، شیخ سالم بصری، امیر محمد بن اسماعیل یمانی، سید عبدالخالق زبیدی، علامہ فلانی صاحب "ایقاظ"، شیخ محمد حیات سندھی المدنی وغیرہم کے شاہراہِ عام سے اپنی راہ الگ رکھتے تھے اور حقیقت مستورہ کے شناسا

وحق آگاہ تھے۔"(15)

ڈاکٹر شیخ محمد اکرام اپنی تصنیف "رود کوثر" میں شیخ محمد حیات سندھی کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم فرماتے ہیں:

"جو علماء تکمیلِ علم کے بعد حجاز میں مقیم ہوگئے تھے اور اپنی قابلیت اور شغف علمی کی بدولت وہاں مرجع خاص وعام بن گئے، ان میں سندھ کے کئی فاضل تھے جن میں مولانا محمد حیات سندھی مدنی سب سے ممتاز تھے۔ وہ عادل پور (سندھ) کے قریب پیدا ہوئے۔ عنفوان شباب ہی میں حج کیلئے گئے اور حج کے بعد مدینہ منورہ میں مقیم ہوگئے۔ مولانا ابوالحسن سندھی مقیم مدینہ اور عبداللہ بن سالم بصری سے تکمیل تعلیم کی اور اپنے آپ کو درس حدیث کیلئے وقف کردیا۔ آپ کا شمار اپنے زمانے کے سب سے نامور محدثوں میں ہوتا تھا۔ آپ مسجدِ نبوی میں صبح کی نماز سے قبل وعظ کہتے اور ایک جمِ غفیر آپ کے ارشادات سننے کیلئے حاضر ہوتا۔"(16)

تصانیف:

شیخ محمد حیات سندھی جہاں بہت بڑے استاذِ حدیث تھے، وہاں متعدد علمی اور تحقیقی کتابوں کے مصنف بھی تھے۔ ان کی تصنیفات لطیف سے واضح ہوتا ہے کہ وہ اپنے دور کے نامور محدث، جلیل القدر فقیہ، عظیم محقق اور عالی دماغ عالم تھے۔ ان کی تصنیفات کا مختصر تعارف پیشِ خدمت ہے:

(1) الایقاف علٰی سبب الاختلاف: تقلید اور عمل بالحدیث کے موضوع پر اس اہم تصنیف میں فاضل مصنف نے صحابہ کرام، تابعین عظام، ائمہ مجتہدین اور ان کے تلامذہ کے مابین فقہی اختلافات کے اسباب پر بڑی نفیس بحث کی ہے اور صحابہ کرام کے طریق استنباط اور تخریج مسائل کی وضاحت کی ہے کہ وہ ہمیشہ قرآن وسنت پر عمل کیا کرتے تھے اور جب انہیں اپنے قول وفعل کے مخالف کوئی حدیث پہنچتی تو فوراً رجوع کرلیتے تھے۔ پورا رسالہ نہایت عمدہ علمی مباحث پر مشتمل ہے اور قابل دید ہے۔ سب سے پہلے یہ رسالہ برصغیر کے مشہور عالم ومحقق مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم (المتوفی ۱۳۳۸ھ) نے اردو ترجمہ اور حواشی کے ساتھ اپنے ماہنامہ اشاعۃ السنۃ جلد اول کے ضمیمہ نمبر 4(ص24 سے 43) بابت ماہ رجب ۱۲۹۸ھ مطابق جنوری 1881ء میں شائع کیا۔ اس کے بعد یہی ترجمہ جزوی اصلاح کے ساتھ معروف عالمِ دین مولانا محمد عطاء اللہ حنیف کی مساعی سے ۱۳۷۹ھ مطابق 1959ء میں مکتبہ سلفیہ لاہور سے طبع ہوا۔ تیسری بار مولانا عبدالجلیل صاحب سامرودی کی مساعی سے بھوجیانی دہلی میں طبع ہوچکا ہے، جس پر سن طباعت مرقوم نہیں۔ "رفع الملام عن الائمۃ الاعلام" مؤلفہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اسی موضوع پر مفصل اور بڑا جامع رسالہ ہے۔ ان کے تلمیذ رشید امام ابنِ قیم نے اپنی مشہور تصنیف "اعلام الموقعین" میں بھی اس موضوع پر بہترین بحث کی ہے۔ علامہ سندھی نے اپنے رسالہ میں شیخین رحمہا اللہ سے استفادہ کیا ہے۔ اسی موضوع پر علامہ سندھی کے ہم عصر شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا رسالہ "الانصاف فی بیان سبب الاختلاف" بھی قابل دید ہے۔ اس کے علاوہ "حجۃ اللہ البالغہ" کی المبحث السابع میں بھی شاہ ولی اللہ نے بڑی دلچسپ، مدلل اور مبرہن بحث کی ہے۔

(2) تحفۃ الانام فی العمل بحدیث النبی علیہ الصلاۃ والسلام: عمل بالحدیث کے موضوع پر یہ مختصر مگر بہترین جامع رسالہ ہے۔ اختصار کے باوجود اس میں نہایت بنیادی باتیں بیان کی گئی ہیں۔ اس کی عمدگی کا ثبوت اس بات سے بھی مل سکتا ہے کہ علامہ صالح فلانی نے اپنی معروف کتاب "ایقاظ ہمم اولی الابصار" میں علامہ سندھی کے حوالے سے جو عبارتیں نقل کی ہیں، وہ اسی رسالہ سے ماخوذ ہیں۔ بلکہ دونوں کے تقابل سے معلوم ہوتا ہے کہ بجز دو تین صفحات کے پورا رسالہ "ایقاظ" میں شامل کرلیا گیا ہے۔ اسی طرح نواب صدیق حسن خان مرحوم نے "الجنۃ فی الاسوۃ الحسنۃ بالسنۃ" اور علامہ امیر محمد بن اسماعیل یمانی نے "ارشاد النقاد الی تیسیر الاجتہاد" میں بھی جابجا اس رسالہ سے خوب استفادہ کیا ہے۔ شیخ محمد حیات سندھی کے شاگرد رشید مرزا مظہر جان جاناں (المتوفی ۱۱۹۵ھ) نے ایک فارسی مکتوب میں اس رسالہ کی تلخیص کی ہے۔(17) پورا رسالہ تقلید شخصی کی تردید اور اتباع سنت کی تائید وحمایت میں نقلی وعقلی دلائل سے بھرپور ہے۔ شیخ محمد حیات نے ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہر حال میں ضروری ہے۔ ان کے علاوہ کسی کی اتباع کرنا اور اس کے قول وعمل کو صحیح قرار دینا گمراہی اور

جہالت کی دلیل ہے۔ایک جگہ لکھتے ہیں:

"فمن یتعصب لواحد معین من غیر رسول اللہ ﷺ ویری ان قولہ ہو الصواب الذی یجب اتباعہ دون الائمۃ المتاخرین فہو ضالٌ جاہلٌ بل قد یکون کافرًا یستاب فان تاب والا قتل فانہ اعتقدانہ یجب علی الناس اتباع واحد بعینہ من ہٰذہ الائمۃ دون الاٰخرین فقد جعلہ بمنزلۃ النبی ﷺ وذٰلک کفر........ ومن تعصب لواحد بعینہ من الائمۃ دون الباقین فہو بمنزلۃ من یتعصب لواحد من الصحابۃ دون الباقین کالرافضی والناصبی والخارجی فہٰذہ طرق اہل البدع۔" (18)

یعنی جو کوئی رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی ایک کی اتباع کرتا ہے اور اس کے قول کو صحیح اور واجب الاتباع سمجھتا ہے تو ایسا شخص گمراہ اور جاہل، بلکہ کافر ہے۔اس سے توبہ کرائی جائے۔اگر توبہ نہ کرے تو قتل کر دیا جائے، کیونکہ جب اس کا یہ اعتقاد ہے کہ امت میں صرف ایک کی اتباع ضروری ہے تو اس نے گویا اسے نبی ﷺ کے درجہ تک پہنچادیا ہے اور یہ کفر ہے........اور جو ائمہ کرام میں سے کسی ایک کی اتباع کرتا ہے تو اس کی مثال رافضیوں، ناصبیوں اور خارجیوں کی ہے جو بعض صحابہ کرام کی اتباع تو کرتے ہیں، مگر دیگر کی پرواہ نہیں کرتے اور یہ طریقہ اہلِ بدعت اور خواہش پرستوں کا ہے۔

ان عبارتوں سے تقلید شخصی کے متعلق ان کے خیالات وجذبات کا اندازہ ہو سکتا ہے۔یہ رسالہ مکتبہ محمدیہ بمبئی میں تھا جو مولانا عبدالجلیل سامرودی کی مساعی جمیلہ سے مکتبہ سلفیہ دہلی سے طبع ہو چکا ہے جس پر سنِ طباعت مذکور نہیں۔

(3) فتح الغفور فی وضع الایدی علی الصدور: نماز میں ہاتھ کہاں باندھنے چاہئیں؟اس بارے میں فقہاء کرام مختلف آراء رکھتے ہیں۔شیخ محمد حیات سندھیؒ جو کہ سینے پر ہاتھ باندھنے کے حق میں ہیں، اسی رسالہ میں انہوں نے احادیث وآثار سے دلائل دے کر ثابت کیا ہے کہ نماز میں سینے پر ہی ہاتھ باندھنے ہیں۔ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی روایت کی حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے۔بحث ختم کرتے ہوئے بڑے وثوق سے فرماتے ہیں:

"وبما یقدم ان الوضع الایدی علی الصدور فی الصلوٰۃ اصلًا اصیلاً ودلیلًا جلیلًا فلا ینبغی لاہل الایمان الاستنکاف عنہ۔" (19)یعنی گذشتہ بحث کی روشنی میں یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا بنیادی اور صحیح ترین دلائل سے ثابت ہے۔پس اہلِ ایمان کو اس سے انکار نہیں کرنا چاہئے۔

یہ رسالہ سب سے پہلے عربی متن اور اردو ترجمہ کے ساتھ 1915ء مطابق ۱۳۳۳ھ میں مطبع سعید المطابع بنارس ہندستان سے طبع ہوا تھا۔اس کے بعد مولانا عبدالتواب ملتانی رحمہ اللہ کی مساعی جمیلہ سے ۱۳۶۹ھ میں ملتان سے شائع ہوا تھا۔اس کے بعد مولانا فیض الرحمٰن الثوری کے حواشی کے ساتھ جلالپور پیر والہ ملتان، مولانا خالد گھر جاکھی کے ترجمہ کے ساتھ اہلحدیث ٹرسٹ کورٹ روڈ کراچی اور ادارہ احیاء السنۃ گوجرانوالہ سے شائع ہوا۔نیز بیروت، مکتبۃ الغرباء الاثریہ مدینہ منورہ اور مطبع عیسی البابی الحلبی قاہرہ سے بھی چھپ چکا ہے۔علامہ سید ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی نے اس کی شرح بنام "التعلیق المنصور علیٰ فتح الغفور فی تحقیق وضع الیدین علی الصدور" لکھی ہے، جس کا مخطوطہ "المکتبۃ الراشدیہ آزاد پیر جھنڈو نیو سعید آباد" میں موجود ہے۔

(4) رسالۃ فی وضع الیدین علی الصدور: مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز میں قیام کے دوران سینہ کے بجائے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے ثبوت میں رسالہ "درہم الصرۃ فی وضع الیدین تحت السرۃ" لکھا تھا۔شیخ محمد حیات سندھی کی یہ تصنیف مخدوم صاحب کے اس رسالہ کا رد ہے۔

(5) دُرّہ فی اظہار غش نقد الصرۃ: شیخ محمد حیات سندھی کا یہ رسالہ بھی اسی موضوع نماز میں بحالتِ قیام سینہ پر ہاتھ باندھنے کے بارے میں ہے۔مذکورہ بالا رسالہ اپنے استاد شیخ ابوالحسن سندھی کبیر سے مشورہ اور مدد لینے کے بعد ترتیب دیا تھا۔یہ رسالہ بھی مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کے "درہم الصرۃ فی وضع الیدین تحت السرۃ" کا رد ہے۔

ان دونوں رسائل کے خطی نسخے مکتبہ مولانا غلام رسول بدخشانی مدرس دارالحدیث رحمانیہ سولجر بازار کراچی، مکتبہ الحرم النبوی اور اسلامیہ کالج پشاور میں موجود ہیں۔ یہ دونوں کتابیں مخدوم محمد ہاشم کے رسائل کے ساتھ ادارۃ القرآن کراچی نے شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کے مقدمہ اور نعیم اشرف نور محمد کی تصحیح کے ساتھ 1994ء میں شائع کی ہیں۔

(6) تحفۃ المحبین فی شرح الاربعین النوویہ: شیخ محمد حیات سندھی کی یہ شہکار تصنیف امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف الدین النووی کی مشہور کتاب "الاربعین النوویہ" کی شرح ہے۔ اس کے خطی نسخے انسٹیٹیوٹ آف سندھالاجی لائبریری سندھ یونیورسٹی جامشورو، خدابخش لائبریری بانکی پور پٹنہ، مکتبہ شیخ الاسلام عارف حکمت مدینہ منورہ، سندھ آرکائیوز کراچی، مکتبہ وزارۃ الاوقاف کویت، مرکز الملک فیصل للبحوث والدراسات الاسلامیہ ریاض وغیرہ میں موجود ہیں۔ سب سے پہلے 1993ء میں "دار فراس پشاور" نے اسے شیخ حکمت الحریری کی تحقیق کے ساتھ شائع کیا تھا۔ اس کے بعد مفتی عبدالوہاب چاچڑ ایڈیٹر ماہنامہ شریعت روہڑی سندھ کی مساعی سے بھی چھپ چکا ہے۔

بلاشبہ شیخ محمد حیات سندھی سنت کے شیدائی تھے اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات گرامی سے انہیں بے پناہ قلبی محبت تھی۔ "تحفۃ المحبین" کا ہر مقام اس امر کا ثبوت بہم پہنچاتا ہے۔ نبی ﷺ کی حدیث مبارکہ: لا یؤمن احدکم حتٰی یکون ہواہ تبعًا لما جئت بہ۔(20) (تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش ان امور کے تابع نہ ہو جنہیں میں لایا ہوں) کی شرح میں رقمطراز ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے تین درجے ہیں: ایک درجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کے فرامین کو اس طرح حق سمجھے کہ اس کے بغیر صحت ایمان ممکن نہیں۔ اس قسم کے لوگ کثرت سے موجود ہیں۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے ارشادات کو حق جانتے ہوئے ان کی مخالفت سے بچنے کی کوشش کرے۔ ایسے لوگوں کی تعداد کم ہے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ کوئی حرج اور بوجھ محسوس کیے بغیر نبی ﷺ کی اطاعت کی جائے یہاں تک کہ انسان اپنی تمام خواہشات کو آپ کے ارشادات کے تابع کر دے۔ ان اوصاف کے حامل افراد کی تعداد بہت قلیل ہے اور یہی وہ خوش بخت لوگ ہیں جنہیں محمدی کہنا چاہئے۔

اس کے بعد انتہائی دلسوزی کے ساتھ جو الفاظ تحریر فرمائے ہیں، وہ پڑھنے کے قابل ہیں۔ لکھتے ہیں:

"ہٰذا ہو المحمدی الذی اذا ثبت عندہ قول حبیبہ وفعلہ المحکمات انشرح بہما صدرہ واخذ بہما باعظم الرضا والسرور واختلط ذٰلک بقلبہ وقالبہ فلو اجتمع من بین اقطار الارض علٰی ان صدرہ عن قول محبوبہ وفعلہ لما ترکہما ولم یبال بخلاف کائنا من کان.......... این ہٰؤلاء المحمدیون فی زماننا ہٰذا اللہم اجعل سنۃ حبیبہ محمد ﷺ احب الینا من ارواحنا وانفسنا۔"

ان ہی اوصافِ حمیدہ کا حامل وہ محمدی ہے کہ جب اس کے نزدیک اس کے محبوب حقیقی ﷺ کا قول وفعل پایہ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے تو اس کا سینہ کھل جاتا ہے اور بہ درجہ غایت رضا ورغبت اور کامل مسرت کے ساتھ اس پر عمل پیرا ہوتا اور اس کی تمام کیفیات اپنے جسم وروح پر طاری کر لیتا ہے۔ اگر ساری دنیا کے لوگ بھی اس کو اس کے محبوب ﷺ کے قول وعمل سے روکنے کیلئے جمع ہو جائیں تو بھی وہ اسے نہیں چھوڑتا اور اس میں کسی کی مخالفت کی پرواہ نہیں کرتا۔ آہ! یہ محمدی گروہ ہمارے اس زمانے میں کہاں ہے؟ اے اللہ! اپنے حبیب حضرت محمد ﷺ کی سنتِ مطہرہ کو ہمارے لئے ہمارے انفس وارواح سے عزیز تر کر دے۔

سارا رسالہ اسی طرح کے جذبات اور مفید معلومات پر مشتمل ہے۔

(7) شرح اربعین ملا علی قاری: ملا علی بن سلطان محمد القاری الہروی المتوفی ۱۰۱۴ھ کی تصنیف "الاربعین" کی شرح ہے۔ اس کے خطی نسخے مکتبہ حرم نبوی مدینہ منورہ، مکتبہ عارف حکمت مدینہ منورہ اور مکتبہ راشدیہ آزاد پیر جھنڈو میں موجود ہیں۔

(8) شرح الترغیب والترہیب للمنذری: حافظ ذکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی بن عبداللہ المنذری کی شہرہ آفاق کتاب "الترغیب والترہیب" کی دو

جلدوں پر مشتمل شرح ہے۔اس کتاب کا خطی نسخہ نہیں مل سکا۔علامہ اسماعیل پاشا بغدادی، علامہ خلیل مرادی، علامہ خیر الدین الزرکلی اور مخدوم امیر احمد نے شیخ صاحب کی اس تصنیف کا ذکر کیا ہے۔(20)

(9) مختصر الزواجر عن اقتراف الكبائر: "الزواجر" علامہ ابن حجر مکی المتوفی ۹۷۳ھ کی معروف تصنیف ہے جس میں کبیرہ گناہوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔تذکیر و ترہیب کیلئے بڑی عمدہ کتاب ہے۔مصر سے طبع ہو چکی ہے۔علامہ سندھی نے اسی الزواجر کا اختصار کیا ہے۔اس کتاب کا ذکر اسماعیل پاشا نے بھی کیا ہے۔(21)

(10) شرح الحکم العطائیہ: الحکم شیخ تاج الدین ابو الفضل احمد بن محمد المعروف بابن عطاء اللہ الاسکندرانی الشاذلی المالکی المتوفی ۷۰۹ھ کی معروف تصنیف ہے جو تزکیہ نفس اور اصلاح احوال کیلئے بہترین کتب میں شمار ہوتی ہے۔اس کتاب کی بہت سی شرحیں لکھی گئی ہیں۔حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں اس کی سات شروح کا ذکر کیا ہے(22) جن میں شیخ محمد بن ابراہیم بن عباد کی شرح "غیث المواہب العلمیہ" اور شیخ احمد بن محمد الحسنی کی "ایقاظ الھمم" چھپ چکی ہیں۔"شرح الحکم العطائیہ" کے نام سے الحکم کی شرح شیخ محمد حیات سندھی نے لکھی ہے۔اس شرح کا ذکر اسماعیل پاشا نے کیا ہے۔(23) اس کے خطی نسخے رامپور ہندستان، نیشنل میوزیم کراچی اور مکتبہ محمودیہ مدینہ منورہ میں موجود ہیں۔مکتبہ محمودیہ والا نسخہ سندھ کے مشہور محدث شیخ محمد عابد سندھی المتوفی 1257ء کی ملکیت میں رہ چکا تھا۔انہوں نے اپنا ذاتی کتب خانہ مکتبہ محمودیہ کو وقف کر دیا تھا۔

(11) رسالة فی النہی عن عشق المرد والنسوان: نواب صدیق حسن خان اور سید عبدالحی حسنی نے شیخ کی اس تصنیف کا ذکر کیا ہے۔(24) نواب صاحب کے کتب خانہ میں اس کا قلمی نسخہ موجود تھا، جسے وہ مدینہ طیبہ سے لائے تھے۔انہوں نے "اتحاف النبلاء" میں اس کے کچھ اقتباس بھی نقل فرمائے ہیں۔عشق کے متعلق اہلِ علم کی آراء مختلف ہیں۔ محققین کے نزدیک اس لفظ کا استعمال ہی محل نظر ہے۔قرآن اور سنت صحیحہ میں اس لفظ کا استعمال کہیں نظر نہیں آتا۔شریعت مطہرہ نے مرد اور غیر محرم کو دیکھنے سے منع فرمایا ہے چہ جائیکہ ان سے عشق رچایا جائے۔اس رسالہ میں شیخ نے نوعمر لڑکوں اور غیر محرم عورتوں سے عشق و تعلق قائم کرنے کی سخت مذمت کی ہے اور تفصیل سے لکھا ہے کہ یہ قطعی طور پر شریعت کے خلاف ہے۔جو صوفیاء "عشق" کے نام سے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں، ان کی قرآن و حدیث کی روشنی میں سخت تردید کی ہے۔یہ رسالہ ان صوفیاء کے رد میں ہے جنہوں نے "عشق" کی اصطلاح از خود قائم کر کے عوام کو غلط راہ پر لگا دیا ہے۔مندرجات اور دلائل کے اعتبار سے یہ رسالہ نہایت عمدہ ہے۔عشق کے بارے میں علامہ سندھی کے جذبات بڑے نازک اور حمیتِ ایمانی سے معمور اور قابلِ غور ہیں۔فرماتے ہیں:

انما حکی اللہ العشق من الکفرۃ قوم لوط وامرأۃ عزیز وکانت اذ ذاک مشرکۃ والفتنۃ بعشق الصور تنافی ان یکون دین العبد کلہ للہ بل ینقص من دینہ بحسب ما حصل لہ من فتنۃ العشق وربما اخرجت صاحبہ من ان یبقیٰ معہ شیء من الدین والمفتون بالصور مخالف لقولہ تعالیٰ: قل للمؤمنین یغضوا من ابصارہم ویحفظوا فروجہم ذٰلک اذکٰی لہم والمبتلی بہا لیس بغاض من بصرہ بل یتلذذ بالنظر الحرام وربما یقع بہ فی الزنا.... فان تعبد القلب المعشوق شرک وقد اثبت النبی ﷺ اسم التعبد علی المحبۃ لغیر اللہ فی قولہ الصحیح تعس عبد الدینار وعبد الدرہم الخ۔(25)

گویا علامہ سندھی جہاں خوبروؤں اور غیر محرموں سے عشق کافروں کا طریقہ بتلاتے ہیں تو دوسری طرف اسے شرک کی حدود میں بھی داخل کرتے ہیں۔ ان سے قبل علامہ ابن القیم کا نقطہ نظر بھی یہی ہے جو "زاد المعاد" میں دیکھا جا سکتا ہے۔(26)

(12) اعفاء اللحیۃ: یہ رسالہ داڑھی بڑھانے کے مسئلہ پر دس صفحات پر مشتمل ہے۔اس کا خطی نسخہ علامہ سید محب اللہ شاہ راشدی کے "المکتبۃ العالیۃ العلمیۃ" میں موجود ہے۔رسالہ کا سبب تالیف بیان کرتے ہوئے شیخ موصوف لکھتے ہیں کہ انہوں نے ایک رسالہ میں پڑھا ہے کہ داڑھی بڑھانا مستحب ہے۔یہ مسئلہ

سنت تعبدی کے ذیل میں نہیں آتا، بلکہ اس کا تعلق سنت عادیہ سے ہے۔ جو شخص ایک "قبضہ" سے کم داڑھی رکھتا ہے، وہ تارکِ مستحب ہے۔ چنانچہ بعض دوستوں نے رفع وہم کیلئے ان سے سوال کیا کہ اس مسئلہ کے بارے میں قول فیصل کیا ہے؟ تو اس کے جواب میں انہوں نے یہ رسالہ تحریر کیا۔ شیخ نے احادیث و آثار کی روشنی میں اس مسئلہ پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ وہ اس بات کی سختی سے تردید کرتے ہیں کہ داڑھی بڑھانا سنت عادیہ میں سے ہے۔ بلکہ ان کے نزدیک داڑھی بڑھانا وجوب کے درجہ میں داخل ہے۔ چنانچہ اس مسئلہ میں مفصل بحث کے بعد وہ جس نتیجہ پر پہنچے ہیں، رسالہ کے آخر میں اس کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

وہٰذا کلہ تبین ان اصل الاعفاء واجب کما اوضحنا, وتارکہ تارک واجب, یستحق ما یستحقہ تارک الواجب, ولو تنزل عن الوجوب فلا اقل من انہ سنۃ مؤکدۃ یستحق تارکہ ما یستحق تارک السنۃ المؤکدۃ, ولیس بمندوب ولا من سنن کما زعم صاحب الرسالۃ بل ہو امر تعبدی شرعہ اللہ لانبیائہ وحثہم علیہ۔

یعنی اس بحث سے ثابت ہو گیا ہے کہ داڑھی بڑھانا واجب ہے اور اس کا تارک اسی سزا کا مستحق ہے جو وجوب کیلئے مقرر ہے اور اگر اسے وجوب سے کم درجہ دیا جائے تو بھی بہر حال سنت مؤکدہ سے کم نہیں اور اس کا تارک اسی سزا کا مستحق ہے جو سنت مؤکدہ کے تارک کیلئے مقرر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ نہ تو مستحب ہے اور نہ عادی سنت کے ذیل میں آتا ہے جیسا کہ مصنف رسالہ کا خیال ہے بلکہ یہ تعبدی امر ہے، جس پر عمل کرنے کا اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو حکم دیا ہے۔

علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی نے شیخ محمد حیات سندھی کے اس رسالہ "اعفاء اللحی" پر حاشیہ بنام "ایفاء اللحی علی اعفاء اللحی" لکھا ہے۔ ابتدا میں مقدمہ لکھ کر اہم مسائل بیان کیے ہیں۔ یہ رسالہ "مجلۃ الجامعۃ السلفیہ" بنارس ہند کے شمارہ 10 جلد 17 ماہ اکتوبر 1985ء اور شمارہ نمبر 12-11 جلد 7 ماہ نومبر و دسمبر 1985ء میں دو قسطوں میں شائع ہو چکا ہے۔

(13) مسند ابی الحسن السندی: شیخ محمد حیات سندھی کی طرف منسوب یہ کتاب مکتبۃ الحرم المکی مکۃ المکرمۃ میں میکرو فلم کی صورت میں نمبر 5/3177 پر موجود ہے۔(27)

(14) رسالۃ الاحادیث المسلسلۃ: شیخ محمد حیات سندھی کے اس رسالہ کا ذکر نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے کیا ہے۔(28) لکھتے ہیں: وقال الشیخ محمد حیات السندی المدنی فی رسالۃ الاحادیث المسلسلۃ عن نابغۃ بن جعدۃ الشاعر..... اس کے خطی نسخے کا بھی کوئی سراغ نہیں مل سکا۔

(15) الوجازۃ فی الاجازۃ لکتب الحدیث مع ذکر بعض الاحادیث الممتازۃ: شیخ محمد حیات سندھی کی اس کتاب کا ذکر شیخ عبدالرحمن بن سلیمان الاہدل نے اپنی کتاب "النفس الیمانی" میں شیخ محمد حیات کے شاگرد شیخ امر اللہ بن عبدالخالق المزجاجی کے تذکرہ کے دوران کیا ہے۔ شیخ امر اللہ الزجاجی کی زبانی لکھتے ہیں:

"وذکر ان مشایخہ من الحرمین الشریفین الشیخ العلامۃ محمد حیات السندی تلمیذ الشیخ ابی الحسن محشی الامہات الست اجازہ فی الرسالۃ المسماۃ بالوجازۃ فی الاجازۃ لکتب الحدیث مع ذکر بعض الاحادیث الممتازۃ...... وقد اجاز الشیخ محمد حیات السندی شیخنا الوالد عبدالخالق بن الزین رحمہ اللہ فی ہٰذہ الرسالۃ ایضًا......... الخ" (29)

اس کے خطی نسخہ تک رسائی نہیں ہو سکی۔ عنوان سے ظاہر ہے کہ یہ کتب حدیث کی اسناد پر مشتمل ہے جس میں ان کتابوں کی منتخب احادیث بھی دی گئی ہیں۔

(16) رسالۃ فی فضائل معاویہ رضی اللہ عنہ: اس رسالہ میں شیخ محمد حیات سندھی نے مشہور صحابی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا شان

احادیث نبویہ اور آثارِ صحابہ کی روشنی میں بیان فرمایا ہے۔اس کا خطی نسخہ جامعہ ام القریٰ مکۃ المکرمۃ کی لائبریری میں موجود ہے۔

(17) زاد المتقی والمہتدی: اخلاقیات اور نصائح کے موضوع پر شیخ محمد حیات سندھی کا یہ رسالہ مختصر مگر نہایت جامع ہے۔اس کا قلمی نسخہ مکتبہ معروفیہ مٹیاری میں موجود ہے۔

(18) رسالۃ فی آداب المعلم: اس رسالہ میں شیخ محمد حیات سندھی نے استاد کے فرائض و آداب بیان کیے ہیں۔اس کا خطی نسخہ میاں مبین چوٹیاری کے کتب خانہ میں موجود ہے۔(30)

(19) شرح قصیدۃ السید عبداللہ علوی الحداد: شیخ محمد حیات سندھی کی یہ کتاب سید عبداللہ بن علوی الحداد المتوفی ۱۱۳۲ھ کے ایک قصیدہ کی شرح ہے۔اس کے خطی نسخے مکتبہ عبداللہ بن عباس طائف، مکتبہ چوٹیاری اور نیشنل میوزیم کراچی میں موجود ہیں۔(31)

(20) شرح الحکم الحدادیہ: شیخ محمد حیات سندھی کی یہ کتاب سید عبداللہ بن علوی الحداد کی کتاب "الحکم الحدادیہ" کی شرح ہے۔ شیخ محمد حیات کی اس تصنیف کا ذکر اسماعیل پاشا بغدادی نے ہدیۃ العارفین، (32) محمد خلیل مرادی نے سلک الدرر (33) اور قاضی عبدالنبی کوکب نے فہرست مفصل (34) میں پیش کیا ہے۔اس کا خطی نسخہ دارالکتب المصریہ قاہرہ میں موجود ہے۔(35)

(21) الجنۃ فی عقیدۃ اہل السنۃ: یہ محمد حیات سندھی کا رسالہ اللہ تعالیٰ کی بابرکت صفات مقدسہ، رسالت، ملائکہ، قبر، قیامت، خلافت، صحابہ کرام کے متعلق اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد کے بیان پر مشتمل ہے۔اس کے خطی نسخے مکتبہ راشدیہ (علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی) نیو سعید آباد اور مکتبہ محمدیہ مدینہ منورہ میں موجود ہیں۔یہ کتاب ڈاکٹر عبدالقیوم سندھی استاد ام القریٰ یونیورسٹی مکہ مکرمہ کے مقدمہ و تحقیق کے ساتھ "مکتبۃ الاسدی" عزیزیہ مکہ مکرمہ کی طرف سے 2004ء میں شائع ہو چکی ہے۔

(22) مقدمۃ فی العقائد: عقائد کے متعلق شیخ محمد حیات سندھی کے اس رسالہ کا ذکر علامہ خیر الدین الزرکلی نے "الاعلام" (36) میں اور محمد اسحاق بھٹی نے "فقہاء ہند" (37) میں کیا ہے۔اس کتاب کا قلمی نسخہ نہیں مل سکا۔

(23) شرح علیٰ مقدمۃ فی العقائد: شیخ محمد حیات سندھی نے اپنے ایک معاصر بزرگ "مرزا مدنی" کے رسالہ "مقدمہ فی العقائد" کی شرح لکھی ہے۔بروکلمان نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "تاریخ الادب العربی" میں اس کا ذکر کیا ہے۔

(24) العون فی کشف حال فرعون: فرعون کے متعلق شیخ کی اس کتاب کا ذکر مخدوم امیر احمد نے "مقدمہ بذل القوۃ" (38) میں کیا ہے مگر اس کا کوئی خطی نسخہ نہیں مل سکا ہے۔

(25) فتح الودود فی التکلم فی مسئلۃ العینیۃ ووحدۃ الوجود: شیخ محمد حیات سندھی نے عقیدہ وحدت الوجود کے بارے میں لکھی ہے۔اس کے قلمی نسخے دارالکتب الظاہریہ دمشق اور آئرلینڈ میں موجود ہیں۔(39)

(26) رسالۃ فی الاقتداء بالمخالف: ایک مسلک کا مالک کیا دوسرے مسلک والے کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟اس مسئلہ پر شیخ محمد حیات کے اس رسالہ کا مخطوطہ خدابخش اورینٹل لائبریری بانکی پور پٹنہ میں موجود ہے۔(40)

(27) البشارۃ لاہل الاشارۃ: اس کتاب میں نماز میں تشہد کے دوران رفع سبابہ کے مسنون ہونے کے بارے میں شیخ محمد حیات کی تصنیف ہے۔اس کے خطی نسخے مکتبہ محمودیہ مدینہ منورہ اور پنجاب یونیورسٹی لاہور کی لائبریری میں موجود ہیں۔(41)

(28) رسالۃ تحریم الاجازۃ علی العبادۃ: قرآن کریم کی تلاوت کا معاوضہ لینے کی حرمت کے بابت شیخ محمد حیات نے یہ رسالہ لکھا ہے۔اس کے

خطی نسخے مکتب معروفیہ ٹیاری اور قاسمیہ لائبریری کنڈیارو میں موجود ہیں۔

(29) رسالۃ فی تحریم الدخان: شیخ محمد حیات سندھی نے اس رسالہ میں مروجہ سگریٹ نوشی اور تمباکو نوشی وغیرہ کی حرمت بیان کی ہے اور اس کے دنیاوی اور اخروی نقصانات کو بھی ذکر کیا ہے۔اس کا خطی نسخہ قاسمیہ لائبریری کنڈیارو میں موجود ہے۔مولانا محمد قاسم مشوری کے "مجموعہ الرسائل القاسمیہ" میں طبع ہو چکا ہے۔

(30) رسالۃ مفصلۃ فی حکم الدخان: یہ رسالہ شیخ محمد حیات سندھی کے "رسالۃ فی تحریم الدخان" کی شرح ہے۔اس کا مخطوطہ مکتبہ محمودیہ مدینہ منورہ میں موجود ہے۔

(31) رسالۃ فی کراہیۃ الاختضاب بالسواد: ایک عالم نے بالوں کو سیاہ خضاب لگانے کے جواز میں جو رسالہ لکھا تھا، شیخ محمد حیات سندھی نے اس رسالہ میں اس کا مدلل رد کیا ہے اور سیاہ خضاب کی حرمت کی تائید کی ہے اور مخالفین کے دلائل کا رد کیا ہے۔اس کتاب کے قلمی نسخے نیشنل میوزیم کراچی، مکتبہ قاضی غلام محمد قریشی ہالا اولڈ، بیدار لائبریری سنگرار اور مکتبہ معروفیہ ٹیاری میں موجود ہیں۔

(32) فتح اللطیف فی اجوبۃ اسئلۃ الشریف: شیخ محمد حیات سندھی کا یہ رسالہ ان لوگوں کے رد میں ہے جو عقیدہ وحدۃ الوجود رکھتے ہوئے کئی غیر شرعی کام کرتے ہیں اور ان کاموں کو تصوف کا حصہ سمجھتے ہیں۔ شیخ محمد حیات سندھی نے ان لوگوں کی ایک ایک خرابی ذکر کرتے ہوئے قرآن وحدیث کی روشنی میں ان کا رد کیا ہے۔اس کتاب کا قلمی نسخہ المکتبۃ العالیۃ العلمیۃ درگاہ شریف پیر جھنڈو میں موجود ہے۔

(33) العطیۃ العلیۃ فی مسئلۃ الافضلیۃ یا الحجۃ الجلیۃ فی رد من قطع بالافضلیۃ: شیخ محمد حیات سندھی نے یہ کتاب اپنے ہمعصر اور استاد مخدوم محمد معین ٹھٹوی المتوفی ۱۱۶۱ھ کی کتاب "الحجۃ الجلیۃ فی رد من قطع بالافضلیۃ" کا رد ہے۔مخدوم محمد معین ٹھٹوی نے اپنی کتاب میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ چاروں خلفاء یا تمام صحابہ میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا افضل ہونا قطعی اور یقینی نہیں ہے اور نہ قطعی دلائل سے ثابت ہے وغیرہ۔ شیخ محمد حیات سندھی نے اپنی اس کتاب میں اول تو احادیث اور روایات سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی افضلیت ثابت کی ہے۔اس کے بعد اس پر اجماع کا ذکر کیا ہے کہ صحابہ میں سب سے افضل حضرت ابو بکر، پھر حضرت عمر ہیں۔مخدوم محمد معین کے تمام اعتراضات کے مفصل جوابات دیئے ہیں۔اس کتاب کے خطی نسخے نیشنل میوزیم کراچی اور قاسمیہ لائبریری کنڈیارو میں موجود ہیں۔

(34) اظہار غین قرۃ العین فی البکاء علی الحسین: شیخ محمد حیات سندھی نے اس کتاب میں مخدوم محمد معین ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "قرۃ العین فی البکاء علی الحسین" کا مفصل رد کیا ہے۔اس کے قلمی نسخے مکتبہ معروفیہ ٹیاری اور دارالعلوم مجددیہ ملیر کے کتب خانہ میں محفوظ ہیں۔

(35) رد رسالۃ الشیخ محمد معین التتوی فی مسئلۃ فدک وارث الانبیاء: شیخ محمد حیات سندھی کا یہ رسالہ اہل سنت اور اہل تشیع کے درمیان مشہور اختلافی مسئلہ "باغ فدک" اور "وراثت انبیاء" کے بابت لکھا گیا ہے، جس میں مخدوم محمد معین ٹھٹوی کے رسالہ کا رد کیا گیا ہے جس میں وہ باغ فدک اور وراثت انبیاء کے مسئلہ پر اہلِ تشیع کے مسلک کی تائید کرتے ہیں۔ شیخ محمد حیات نے مخدوم محمد معین کے دلائل کے مفصل محدثانہ جوابات دیئے ہیں۔اس کا خطی نسخہ قاسمیہ لائبریری کنڈیارو میں موجود ہے۔

(36) اتخاذ الماتم من المائم: شیخ محمد حیات سندھی نے یہ رسالہ عاشورہ محرم میں ہونے والے ماتم اور بدعات کی تردید میں لکھا ہے۔اس کے خطی نسخے قاسمیہ لائبریری کنڈیارو، نیشنل میوزیم کراچی اور مکتبہ علامہ غلام مصطفٰی قاسمی حیدرآباد میں موجود ہیں۔

(37) رد بدعۃ التعزیۃ: شیخ محمد حیات سندھی نے یہ رسالہ مروجہ ماتم اور ماتم کے دوران تعزیہ داری اور تابوت لے کر چلنے کے رد میں لکھا ہے۔وہ اس

کام کو بدعت سیئہ قرار دیتے ہیں۔اس کا قلمی نسخہ چوٹیاریوں کے کتب خانہ میں موجود ہے۔(42)

(38) رسالة قطع النزاع: شیخ محمد حیات سندھی کے اس رسالہ کا تذکرہ مخدوم عبداللہ نریائی المتوفی ۱۱۶۷ھ نے "خزانہ اعظم" میں کیا ہے اور اس کے کسی خطی نسخے کی دستیابی کا علم نہیں۔

(39) الرقضة فی ظہر الرفضة: شیخ محمد حیات سندھی کے اس رسالہ کا ذکر مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری نے اپنی تصنیف فتاویٰ رحیمیہ میں کیا ہے(43)اس کا قلمی نسخہ مرکز جمعیۃ الماجد للثقافۃ والتراث دبئی میں موجود ہے۔

(40) رد مواہب سید البشر: شیخ محمد حیات سندھی نے یہ کتاب مخدوم محمد معین ٹھٹوی کی کتاب "مواہب سید البشر فی حدیث الخلفاء الاثنیٰ عشر" کی تردید میں لکھا ہے۔اس کا قلمی نسخہ مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کراچی میں موجود ہے۔

(41) الانوار المحمدیہ فی اسرار النقشبندیہ: سلسلہ نقشبندیہ کے اسرار اور رموز پر شیخ محمد حیات سندھی کا یہ رسالہ کتب خانہ مراد آفندی سلیمانیہ استنبول ترکی میں موجود ہے۔(44)

(42) رسالة فی التصوف: تصوف کے موضوع پر شیخ محمد حیات سندھی کے اس رسالہ کا خطی نسخہ کتب خانہ رشید آفندی سلیمانیہ استنبول ترکی میں موجود ہے۔(45)

(43) الاعانة الصمدیہ فی طریق النقشبندیة: سلسلہ نقشبندیہ کے بابت شیخ محمد حیات سندھی کی اس تصنیف کا ذکر ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ نے اپنے مضمون "سندھ کے اجڑے ہوئے کتب خانے" میں کیا ہے۔(46)

(44) رسالہ فی الاسئلة والاجوبة: شیخ محمد حیات سندھی کے اس رسالہ کا ذکر ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ نے اپنے مقالہ "ترکی کے کتب خانے اور ان میں محفوظ علماء سندھ وہند کی تصنیفات" میں کیا ہے۔(47)

(45) اجابات علیٰ احد عشر سوالًا فی تفسیر القرآن من مؤلفات عز الدین عبدالسلام: مخدوم محمد حیات سندھی کی اس تصنیف کا ذکر بروکلمان نے تاریخ الادب العربی میں کیا ہے۔لکھتے ہیں کہ اس کا مخطوطہ الجزائر میں موجود ہے۔(48)عنوان سے ظاہر ہے کہ مشہور محقق عالم شیخ عزالدین عبدالسلام کی تفسیر قرآن پر کسی نے گیارہ اعتراضات کیے تھے، جن کے جوابات شیخ محمد حیات سندھی نے دیئے ہیں۔

اخلاق، عادات اور تدین و تقویٰ:

شیخ محمد حیات سندھی کا شمار بارہویں صدی ہجری کے جلیل القدر فضلاء اور رفیع المرتبت علماء میں ہوتا ہے۔تفسیر، حدیث، فقہ، اصول اور دیگر علوم مروجہ پر انہیں کامل عبور حاصل تھا اور مسائل شرعیہ میں گہری اور عمیق نظر رکھتے تھے۔درس وتدریس میں منفرد اور وعظ و تبلیغ میں اپنی مثال آپ تھے۔ورع و تقویٰ کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھے۔زہد وعبادت میں اپنے دور کے فقید المثال عالم تھے۔پابندئ شریعت میں بے نظیر تھے۔تنہائی پسند اور خلوت نشین تھے مگر قلب کی دنیا بے حد آباد اور فکر کا جہان پُر ہجوم تھا۔گفتگو میں نہایت محتاط اور اخلاقِ حسنہ کے دل آویز پیکر تھے۔ان کا معمول تھا کہ ہمیشہ پہلی صف میں شریک ہو کر نماز ادا کرتے۔فرائض درس وتدریس باقاعدگی سے انجام دیتے اور طلبہ سے بہ درجہ غایت شفقت سے پیش آتے۔ہر چھوٹے بڑے معاملہ میں احکام شرع کو پیش نگاہ رکھتے اور امورِ دین کے سلسلہ میں کسی کی پرواہ نہ کرتے۔نہایت متحمل مزاج اور عمدہ خصائل کے حامل تھے۔قول و عمل میں کتاب وسنت کے حسین سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے۔تبلیغِ اسلام کا اس درجہ اہتمام فرماتے کہ مسجد نبوی میں ہمیشہ نمازِ فجر سے قبل وعظ کرتے۔ان کی مجلسِ وعظ میں بے شمار لوگ شامل ہوتے اور ان کا اندازِ کلام اور تفہیم

مسائل کے اسلوب سے بیحد متاثر ہوتے۔اس عظیم الشان عالم کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ اپنے استاد گرامی شیخ ابوالحسن سندھی کبیر کی وفات کے بعد ان کی مسند درس وتدریس پر پورے چوبیس برس تک مدینہ منورہ میں تدریسِ حدیث کی خدمت انجام دیتے رہے۔اس طویل مدت میں کسی کے سامنے دستِ طلب دراز نہیں کیا۔ہر حال میں اللہ پر توکل رکھا۔ان کا ذریعہ معاش اور وسیلہ آمدنی صرف توکل علی اللہ پر تھا۔

شیخ محمد حیات سندھی اپنے بو قلموں اوصاف فکری اور گوناگوں کمالات علمی کی بناء پر تمام معاصر علماء اور عرب ممالک کے اصحابِ فضل میں بیحد عزت وتکریم کے مالک تھے۔دور دراز کی مسافت طے کر کے اور دشوار گزار منزلیں عبور کر کے ارباب علم وکمال اور طلبائے علم ان کی خدمت میں آتے اور خوب استفادہ کرتے۔مستفیدین ومسترشدین کیلئے ہر آن ان کے دروازے کھلے رہتے۔حجاز کی ارض مقدس میں انہیں بے پناہ اثر ورسوخ حاصل تھا اور لوگ ان کی تحقیق وتدقیق وکاوش کی وسعتوں سے بیحد متاثر تھے۔

صحت عقیدہ کا اہتمام:

شیخ محمد حیات سندھی عقائد کے بارے میں نہایت سخت اور بہت ہی محتاط تھے۔وہ اس بات کا بہ درجہ غایت اہتمام فرماتے کہ کوئی امر بھی خلافِ سنت نہ ہو، جس سے عقیدے کے مجروح ہونے کا خطرہ پیدا ہو جائے۔

اس سلسلہ کا ایک واقعہ ان کے تلمیذ رشید میر سید غلام علی آزاد بلگرامی نے بیان کیا ہے، جو خود ان ہی کی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔اس واقع سے واضح ہوتا ہے کہ وہ "غلام علی" وغیرہ قسم کے ناموں کو بھی خلافِ شرع قرار دیتے تھے اور یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اس قسم کی اضافت صرف اللہ تعالی کی طرف ہونی چاہئے۔چنانچہ انہوں نے خود اپنے اس شاگرد کے نام "غلام علی" کو محل اعتراض ٹھہرایا۔اس ضمن میں آزاد کو استاد نے جو خط لکھا اور پھر انہوں نے اس کی وضاحت میں جو جواب تحریر کیا، وہ خود آزاد نے اپنی دو کتابوں مآثر الکرام (فارسی) اور سبحۃ المرجان (عربی) میں نقل کیا ہے۔لکھتے ہیں:

"شیخ قدس سرہٗ مکتوبے بنامزد فقیر نمود واسم فقیر غلام علی بے اضافت غلام تحریر فرمود، از جہت آں کہ در حدیث شریف آمدہ کہ ہمہ کس عباد اللہ اند، اطلاق عبودیت نسبت بہ مخلوق نباید کرد۔فقیر در جواب نامہ نوشت بایں مضمون کہ مسلم روایت می کند عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال لا یقولن احدکم عبدی وامتی کلکم عبیداللہ وکل نساءکم اماء اللہ ولٰکن لیقل غلامی وجاریتی وفتای وفتاتی۔(49) وبخاری می کند: لا یقل احدکم عبدی وامتی ولیقل فتای وفتاتی وغلامی۔(50) نیز قلمی ساختم کہ اگر واضع اسم غلام رابہ معنی عبد ارادہ کردہ باشد ودیگرے معنٰی فرزند ارادہ کردہ تلفظ نماید، او رامی رسہ کہ لکل امری مانوی۔شیخ قدس سرہ بعد وصول خط داد انصاف داد وبعد ازیں اسم فقیر غلام علی تحریر فرمود۔(51)

یعنی ایک مکتوب میں شیخ محترم نے میرا نام "غلام علی" لکھنے کے بجائے صرف "غلام" تحریر فرمایا اور لکھا کہ حدیث شریف میں ہے کہ تم سب اللہ کے بندے ہو، لہٰذا عبدیت کی نسبت مخلوق کی طرف نہیں ہونی چاہئے کہ اس کے جواب میں اس فقیر (غلام علی آزاد) نے لکھا کہ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی کو "عبدی" (میرا بندہ) اور "امتی" (میری لونڈی) نہ کہو کیونکہ تم سب اللہ کے بندے ہو اور تمہاری سب عورتیں اللہ کی لونڈیاں ہیں۔بلکہ غلامی وجاریتی یا فتای وفتاتی کہنا چاہئے۔اسی طرح صحیح بخاری میں ہے کہ تم میں سے کوئی شخص کسی کو عبدی وامتی نہ کہے بلکہ فتای وفتاتی کہے۔میں نے یہ بھی لکھا کہ اگر نام رکھنے والے نے "غلام" کے معنٰی "عبد" کے مراد لیے ہیں تو یہ ممنوع ہے اور اگر فرزند کے معنٰی لیے ہیں تو اس حکم کا اطلاق اس پر نہیں ہوتا، کیونکہ ہر شخص کی بات کا دارومدار اس کی نیت پر ہے۔شیخ کو یہ خط ملا تو میری تحسین فرمائی اور اس کے بعد ہمیشہ میرا نام غلام علی ہی لکھتے رہے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ عقیدے کے بارے میں شیخ نہایت محتاط تھے اور اس کی صحت کا پورا خیال رکھتے تھے۔لیکن کتاب وسنت کے دلائل سے اگر کوئی

بات ان کے مؤقف کے خلاف ثابت ہو جاتی تو اس سے فوراً رجوع فرما لیتے جیسا کہ اس واقعہ سے ظاہر ہے۔

تلامذہ:

شیخ محمد حیات سندھی رحمۃ اللہ علیہ کا پورے چوبیس سال مدینہ طیبہ میں غلغلہ تدریس بلند رہا۔ اس طویل عرصہ میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ کی انتہائی استقلال اور کامل اخلاص و محبت کے ساتھ اشاعت کی۔ حجاز، مصر، شام، نجد، یمن اور ہندستان کے بے شمار حضرات نے ان سے حصولِ علم کا شرف حاصل کیا۔ پھر جن لوگوں کو ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے کی سعادت نصیب ہوئی، خود ان کو اللہ نے فضل و کمال کے مختلف گوشوں میں بے پناہ اعزاز سے نوازا اور بیحد شہرت و ناموری عطا فرمائی۔ ان کے شاگردوں کو یہ سعادت حاصل ہے کہ وہ معرفت و ادراک کے لحاظ سے بو قلموں اوصاف سے متصف اور فضل و کمال کے اعتبار سے گوناگوں خصوصیات سے بہرہ مند ہیں۔

شیخ کے شاگردوں کی طویل فہرست میں چند حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

1- میر سید غلام علی آزاد بلگرامی (المتوفی ۲۴ ذوالقعدہ ۱۲۰۰ھ) مختلف علوم و فنون مثلاً حدیث و فقہ، تاریخ و رجال اور ادب و شعر میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے اور تصنیف و تالیف میں بیحد شہرت کے مالک تھے۔(52)

2- شیخ محمد فاخر زائرالہ آبادی (المتوفی ۱۱ ذوالحج ۱۱۶۴ھ) جو تحقیق و تدقیق میں ممتاز، متبع سنت اور نامور محدث و فقیہ اور بہت اچھے شاعر و ادیب بھی تھے۔

3- شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نجدی جو مجاہد فی سبیل اللہ، مبلغِ دین، مصلحِ وقت اور مجددِ عصر تھے۔

4- امیر محمد بن اسماعیل یمانی سبل السلام اور کئی کتابوں کے مصنف مشہور شارح حدیث اور معروف محدث و فقیہ تھے۔

5- سید حاجی فقیر اللہ علوی شکارپوری: ان کا شمار بارہویں صدی ہجری کے ارضِ سندھ کے ممتاز علماء میں ہوتا ہے۔

6- شیخ ابوالحسن ٹھٹوی سندھی صغیر: انہوں نے نخبۃ الفکر کی شرح بہجۃ النظر لکھی اور ابن اثیر کی جامع الاصول کی شرح بھی لکھنی شروع کی تھی لیکن صرف ایک ہی جلد کی شرح لکھ سکے۔

شیخ محمد حیات سندھی کے ان جلیل القدر تلامذہ کے علاوہ مرزا مظہر جان جاناں، شیخ علیم اللہ بن عبدالرشید لاہوری، شیخ خیر الدین بن محمد زاہد سورتی، شیخ احمد بن عبدالرحمٰن سندھی، شیخ محمد سعید صفر، شیخ عبدالقادر خلیل کدک، شیخ عبدالقادر بن الکوکبانی، شیخ عبدالکریم بن عبدالرحیم داغستانی، شیخ علی بن ابراہیم عبسی، شیخ عبدالکریم بن احمد الشراباتی، شیخ علی بن عبدالرحمٰن الاسلامبولی، شیخ علی بن محمد الزہری، مفتی محمد بن عبداللہ مدنی، علامہ محمد قائم ٹھٹوی، شیخ محمد حسین انصاری، شیخ سلیمان بن یحییٰ الاہدل، شیخ عبدالخالق بن الزین المزجاجی، شیخ محمد بن علاءالدین المزجاجی، شیخ جعفر البرزنجی، شیخ محمد بن احمد السفارینی وغیرہ علماء و مشائخ کی کثیر تعداد نے ان سے تحصیل علم کی(53) شیخ ممدوح کے تلامذہ بھی استاد کی طرح علم حدیث سے از حد تعلق خاطر رکھتے تھے اور ان کے دلوں میں اس علم کا اثر نہایت گہرا اور راسخ تھا۔

وفات:

شیخ محمد حیات سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ منورہ میں عمر بھر حدیث نبوی کی مقدس شمع جلائے رکھی۔ اس کی روشنی میں وہ زندگی کی منزلیں طے کرتے رہے اور پھر اس کی خدمت کرتے ہوئے ۲۶ صفر ۱۱۶۳ھ مطابق 1750ء کو مدینہ منورہ میں وفات پائی اور یہ علم حدیث کے آفتاب جنت البقیع میں سپردِ خاک

ہوئے جہاں صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، محدثین وفقہاءاور علماء وصلحاء کی بہت بڑی تعداد مدفون ہے۔

ڈاکٹر محمد رفیق منگریو اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ مسلم سائنس کالج حیدرآباد نے علامہ غلام مصطفٰی قاسمی کی زیر نگرانی شیخ محمد حیات سندھی پر تحقیقی مقالہ لکھ کر سندھ یونیورسٹی جامشورو سے پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی ہے۔ مقالہ نہایت عالمانہ، محققانہ اور جامع ہے جو سندھی ادبی بورڈ جامشورو سندھ کی طرف سے 2009ء میں شائع ہو چکا ہے۔

حوالاجات

(1)	عبدالحی حسنی ندوی	نزہۃالخواطر 6/301
	خلیل مرادی	سلک الدرر 4/34
(2)	غلام علی آزاد بلگرامی	سبحۃالمرجان فی آثار ہندستان ص 95
		مآثر الکرام ص 144
(3)	نواب صدیق حسن خان	ابجد العلوم 894
		اتحاف النبلاء 403
		تقصار جنود الاحرار 224
(4)	عبدالحی حسنی ندوی	نزہۃالخواطر 6/301
(5)	عبدالحی حسنی ندوی	(1) نزہۃالخواطر 6/301
	سید غلام علی آزاد بلگرامی	(2) مآثر الکرام
(6)	سید عبدالحی ندوی	نزہۃالخواطر 6/301
(7)	نواب صدیق حسن خان	اتحاف النبلاء 404
(8)	غلام علی آزاد بلگرامی	مآثر الکرام 144
(9)	غلام علی آزاد بلگرامی	سبحۃالمرجان 95
(10)	غلام علی آزاد بلگرامی	سبحۃالمرجان 95-96
(11)	میر علی شیر قانع	تحفۃالکرام 578
(12)	نواب صدیق حسن خان	تقصار جیود الاحرار 224
(13)	سید عبدالحی ندوی	نزہۃالخواطر 6/301
(14)	رحمٰن علی	تذکرہ علماء ہند 186

(15) ابوالکلام آزاد — تذکرہ 397

(16) شیخ محمد اکرام — رود کوثر 6/5

(17) محمد اسحاق بھٹی — کلمات طیبات 28-30

فقہاء ہند 130-1/5/141

(18) شیخ محمد حیات سندھی — تحفۃ الانام فی العمل بحدیث النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

(19) شیخ محمد حیات سندھی — فتح الغفور فی وضع الایدی علی الصدور 8

(20) اسماعیل پاشا بغدادی — ہدیۃ العارفین 2/327 دار الفکر بیروت 1982

محمد خلیل مرادی — سلک الدرر، 34 دار البشائر الاسلامیہ بیروت

خیر الدین زرکلی — الاعلام 6/111 دار العلم بیروت

مخدوم امیر احمد — بذل القوۃ 63

(21) اسماعیل پاشا — ہدیۃ العارفین 1/327

(22) حاجی خلیفہ — کشف الظنون 76-1/275

(23) اسماعیل پاشا — ہدیۃ العارفین 1/327

(24) نواب صدیق حسن خان — اتحاف النبلاء 404

نزہۃ الخواطر 6/302

(25) نواب صدیق حسن خان — اتحاف النبلاء 404

(26) علامہ ابن القیم — زاد المعاد

(27) عبداللہ بن عبدالرحمٰن المعلمی — کشاف المخطوطات الواردۃ فی معجم مؤلفی مخطوطات مکتبۃ الحرم المکی الشریف ص 214

(28) نواب صدیق حسن خان — ابجد العلوم ص 1/330 مکتبہ قدوسیہ لاہور

(29) الاہدل عبدالرحمٰن بن سلیمان الشیخ — النفس الیمانی ص 55 مرکز الدراسات والابحاث الیمنیۃ صنعاء یمن 1979ء

(30) بلوچ نبی بخش خان — فہرست مکتبہ چوٹیاری ماہنامہ پیغام اگست - ستمبر 1980ء

(31) عثمان محمود حسین — (1) فہرست المخطوطات العربیۃ بمکتبہ عبداللہ بن عباس طائف

(2) معہد المخطوطات العربیۃ کویت ص 86-87 سنہ 1986ء

(32) بغدادی اسماعیل پاشا — ہدیۃ العارفین ص 2/327 دار الفکر بیروت 1982ء

(33) المرادی خلیل بن علی — سلک الدرر 4/45 دار ابن حزم بیروت

(34) کوکب عبدالنبی قاضی — فہرست نادر عربی مخطوطات دانشگاہ پنجاب لاہور ص 229 سال 1985ء

(35) چاچڑ مفتی عبدالوہاب ماہنامہ "شریعت" سکھر شمارہ 9 جلد 18 ص 21

(36) الزرکلی خیر الدین الاعلام ص 6/111 بیروت 1986ء

(37) بھٹی محمد اسحاق فقہاء ہند 5/155 ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور 1981ء

(38) مخدوم امیر احمد مقدمہ بذل القوۃ سندھی ادبی بورڈ ص 63- 1986ء

(39) فہرست مخطوطات دار الکتب الظاہریہ قسم التصوف طبع مجمع اللغۃ العربیۃ دمشق 1978ع

(40) فہرست کتب "خدابخش لائبریری میں ہماری خطی میراث" ص 3/178

(41) قاضی عبدالنبی کوکب فہرست مفصل نادر عربی مخطوطات پنجاب یونیورسٹی لاہور ص 227

(42) بلوچ ڈاکٹر نبی بخش خان فہرست مکتبہ چوٹیاری ماہ اگست- ستمبر 1980ء ص 24

(43) لاجپوری سید عبدالرحیم فتاویٰ رحیمیہ 274/، 2 مکتبہ رحمانیہ راندھیر سورت گجرات

(44) بلوچ نبی بخش خان ترکی کے کتب خانے اور ان میں محفوظ علماء سندھ وہند کی تصنیفات، سالانہ مجلہ "تحقیق" شمارہ 7 سال 1993ء سندھ یونیورسٹی جامشورو

(45) ایضًا

(46) بلوچ نبی بخش خان سندھ کے اجڑے ہوئے کتب خانے، سالانہ مجلہ تحقیق شمارہ 12-13 سال 1998ء ص 53 سندھ یونیورسٹی جامشورو

(47) بلوچ ڈاکٹر نبی بخش خان ترکی کے کتب خانے اور ان میں محفوظ علماء سندھ وہند کی تصنیفات، سالانہ مجلہ "تحقیق" اردو ص 425

(48) بروکلمان تاریخ الادب العربی ص 41 الہیئۃ المصریۃ العامہ لکتاب 1995ء

(49) صحیح مسلم باب حکم اطلاق لفظۃ العبد والامۃ والمولی والسید رقم الحدیث 5874 دار السلام ریاض

(50) صحیح بخاری باب کراہیۃ التطاول علی الرقیق وقولہ عبدی اوامتی حدیث نمبر 2552 دار الکتب ریاض

(51) غلام علی آزاد بلگرامی مآثر الکرام ص 145-146
سبحۃ المرجان ص 96

(52) محمد اسحاق بھٹی فقہاء ہند 258-1/5/309

(53) عبدالحی الحسنی نزہۃ الخواطر 2-6/301
بھٹی محمد اسحاق فقہاء ہند 2/5
رحمٰن علی مولوی تذکرہ علماء ہند ص 154 طبع نولکشور